© rasailojaraid.com

زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں ؟

کیا زکوٰۃ علمی واشاعتی اداروں کو دی جاسکتی ہے۔

(۱)

محمد شہاب الدین ندوی، ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور ۔ ۵۷

آغاز کلام :-

راقم سطور نے "اسلام میں زکاۃ کا نظام" کے عنوان سے ایک مضمون سپرد قلم کیا تھا۔ جو ماہنامہ برہان دہلی (ستمبر ۱۹۸۷ء) اور ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، پشاور (جون ۱۹۸۷ء) کے شماروں میں شائع ہوا، پھر اسے کتابچے کی شکل میں بھی شائع کیا گیا۔ اور اس میں اہم ترین مسئلہ یہ تھا کہ زکاۃ کی رقم آیا صرف مدرسوں ہی کو دی جاسکتی ہے یا علمی واشاعتی اداروں کا بھی اس میں حصہ ہے؟ یعنی وہ علماء اور کارکن جو علمی واشاعتی اداروں میں دینی خدمت انجام دے رہے ہیں کیا وہ بھی زکاۃ کے مستحق ہو سکتے ؟ نیز یہ کہ سورۃ توبہ کی آیت ۶۰ (زکاۃ محتاجوں، مسکینوں، وصول کرنے والوں، نومسلموں، غلامی سے آزادی حاصل کرنے والوں قرض داروں، اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں اور مسافروں کا حق ہے) کی رو سے "اللہ کی راہ میں" (فی سبیل اللہ) کا مطلب کیا ہے اور اس اصطلاح میں کون لوگ داخل ہیں؟ تو ان دو بنیادی مسائل پر بحث کرتے ہوئے راقم السطور نے قرآن حدیث اور علمائے امت کی راہیوں کی روشنی میں چند قابل غور نکات مختصر طور پر پیش کئے تھے۔ تاکہ ہمارے علماء ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسائل پر کھل کر پورے روشنی ڈال کر نئے مسائل کا حل نکالیں۔ اور وہ شرعی دلائل کی روشنی میں ان نکات کے درست یا نادرست ہونے کا فیصلہ کریں۔ چنانچہ وہ نکات یہ ہیں۔

۱:۔ اسلام میں زکوٰۃ کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اور اسلامی معاشرے کو اس کے صحیح فوائد سے بہرہ ور کرنے کے لئے نظامِ زکاۃ کو درست کرنا اور اسے اجتماعی حیثیت سے منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ قرآن و حدیث کی تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲:۔ زکاۃ جس طرح مدرسوں کے طلبہ کو دینا درست ہے، اسی طرح وہ قرآنی تصریحات کی رُو سے دین کی خدمت میں مشغول علماء، اور اُن کے معاون کارکنوں کو دینا بھی درست اور ضروری ہے۔ جب کہ ان کا کوئی دوسرا ذریعۂ معاش نہ ہو، جیسا کہ خاص کر سورۂ بقرۃ کی آیت ۲۷۳ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کی تائید علامہ جلال الدین سیوطیؒ، امام قرطبیؒ، امام رازیؒ، مولانا اشرف علی تھانوی، اور مفتی محمد شفیعؒ وغیرہ کی تفسیروں سے ہوتی ہے۔ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس آیت پر سیرت النبیؐ میں بھرپور بحث کرتے ہوئے اس نقطۂ نظر کو صحیح ثابت کیا ہے۔ (اس آیت پر بحث آگے آرہی ہے۔)

۳:۔ سورۂ توبہ کی آیت ۶۰ میں جن آٹھ مصارف (مدوں) کا ذکر ہے وہ یہ ہیں، کہ زکاۃ (۱) محتاجوں (۲) مسکینوں، (۳) زکاۃ وصول کرنے والوں (۴) نو مسلموں (۵) غلامی سے آزادی حاصل کرنے والوں۔ (۶) قرضداروں، (۷) اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں، (۸) اور مسافروں کا حق ہے۔ (اصل متن مع ترجمہ اگلے صفحات میں مذکور ہے۔) اس آیت کے مطابق ساتویں مد کے الفاظ ہیں۔ "وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ" یعنی اللہ کی راہ میں۔ اللہ کی راہ سے کیا مراد ہے؟ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اور فقہ حنفی میں اس کی چار تفسیریں کی گئی ہیں جو اس طرح ہیں۔

(الف) امام ابو یوسفؒ (حنفی) کے نزدیک اس سے مراد محتاج غازی ہیں۔

(ب) امام محمدؒ (حنفی) کے نزدیک اس سے مراد محتاج حاجی ہیں۔

(ج) فتاویٰ ظہیریہ (مؤلفہ قاضی ظہیر الدین ابوبکر بخاری حنفیؒ) کے مطابق اس سے مراد طالب علم ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(د) امام کاسانی حنفیؒ کے نزدیک تمام امور خیر اس میں داخل ہیں۔

اور فقہائے احناف کے عام فتوے کے مطابق اس مصرف سے کوئی بھی شخص "فقر و احتیاج" کی شرط کے ساتھ زکاۃ کا مستحق بن سکتا ہے۔ اگرچہ دیگر فقہاء (مالکیہ، شوافع، حنبلیہ اور اہل حدیث) کے نزدیک یہ ایک زائد شرط ہے۔ جو قرآن پر ایک اضافہ ہے۔ (مگر یہ ایک الگ بحث ہے۔)

۴:۔ مذکورہ بالا نکتہ ۲ اور ۳ کی رُو سے علماء اور دینی خدمت گاروں کا حق دونوں طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔ یعنی سورۂ بقرہ کی آیت ۲۷۳ کے تحت دراصل حق اُن محتاجوں کا ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں .... اور سورۂ توبہ [illegible] ۶۰ کے تحت (اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں کا بھی حق ہے۔) اور فقہ حنفی کے عام فتوے [illegible] کی رو سے ایسے لوگ "محتاج" ہونے کی بنا پر زکاۃ کے مستحق بن سکتے ہیں۔

۵:۔ قرآن حکیم کی تصریح کے مطابق جو لوگ دین و ملت کی خدمت میں لگے ہوتے ہیں۔ وہ اس خدائی امداد (زکاۃ) کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ورنہ دین و ملت کے مصالح بگڑ سکتے ہیں، اور اس میدان میں زوال آ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک "جاہل محتاج" کے مقابلے میں ایک "عالم محتاج" کو ترجیح دینی چاہیے۔ [illegible] عموماً کسی "سفید پوشوں" کو محتاج (فقیر) تسلیم کرنے کے لئے تیار نظر نہیں آتے۔ [illegible] ان کی [illegible] حالت کتنی ہی پست کیوں نہ ہو۔ جب کہ گداگروں یا بھکاریوں کی خوب [illegible] مسئلہ کی رُو سے پیشہ ور بھکاریوں کو زکاۃ کی رقم دینا منع ہے۔ [illegible] مستحق محروم رہ جاتے ہیں۔ زکاۃ کی ادائیگی کا صحیح طریقہ [illegible] ہے کہ مستحق [illegible] حیثیت سے تنگ حال ہوں، اگرچہ وہ بظاہر کھاتے پیتے نظر آتے ہوں۔)

[illegible] بعض خصوصی حالات میں خود فقہ حنفی کی رُو سے "فقر" [illegible] ضروری شرط ہے، جیسا کہ [illegible] کی مستند کتب [illegible] پر روشنی اگلے صفحات میں ڈالی گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

...کر کے زکوٰۃ کی رقم ان تک ایک خدائی امداد کے طور پر پہنچائی جائے۔

...ہے۔ راقم سطور نے اپنے رسالے میں ایک خاص نکتے کی طرف علماء کی توجہ مبذول
...کے ہوئے تحریر کیا تھا۔ کہ "فی سبیل اللہ" (توبہ: ۶۰) کی رُو سے لازمی طور پر
...جہاد" مراد نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ اور اگر بالفرض اس سے
...وہی مراد لیا جائے تو یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس سے جسمانی جہاد یعنی جنگ و جدل
...مراد لیا جائے۔ بلکہ جہاد کی اور بھی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ خود قرآن اور حدیث
...ہ "جہاد قولی" یعنی زبانی وعظ و نصیحت۔ بحث و مباحثہ اور دلیل و استدلال کو بھی
...اد قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کی تائید میں بعض مفسرین کے اقوال بھی پیش کئے گئے تھے۔
پھر موجودہ دور کے اعتبار سے "فی سبیل اللہ" سے مراد علمی و قلمی جہاد ہونے پر
...محققین کی آراء اور تحقیقات پیش کی تھیں خاص کر مشہور عرب عالم ڈاکٹر یوسف قرضاوی
...بعض رائیں جنہوں نے زکاۃ کے موضوع پر پوری اسلامی فقہ کو کھنگال کر ایک ایسی مبسوط و
...ع کتاب مدوّن کر دی ہے۔ جو اس موضوع پر ایک فقہی انسائیکلو پیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔
...بھی بعض رایوں سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ (اور ایسا ہونا ایک تحقیقی کتاب میں کوئی مضر
...تشویشناک بات نہیں بلکہ ایک فطری چیز ہے۔) مگر انہوں نے چاروں فقہ کو یکجا کر کے
...غیر جانبداری کے ساتھ تحقیق کی ہے۔ وہ یقیناً ایک کارنامہ ہے۔

...ہ:۔ زکاۃ کی ادائیگی کے لئے "کسی محتاج کو ... کے مال کا مالک بنانا" ضروری
...یا نہیں؟ یہ ایک معرکۃ الآراء بحث ہے مگر راقم سطور نے اپنے کتابچے میں اس پر
...ی تفصیلی بحث نہیں کی تھی۔ بلکہ یہ مسائل اصلاً علماء کی خدمت میں برائے تصویب پیش
...تے تھے۔ اس لئے رواداری میں اس پر چند شبہات پیش کرنے پر اکتفاء کرتے
...ہوئے دو ایک نکات سرسری طور پر بیان کئے تھے۔ مگر اپنی رائے پر کسی قسم کا اصرار
...نہیں کیا تھا۔ لیکن اب کتاب ہٰذا میں اس سلسلے کے بعض مزید مباحث سے تعرض
...کیا گیا ہے۔ جو قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوں گے۔

۸:۔ آخر میں راقم سطور نے نتیجہ فکر کے طور پر تحریر کیا تھا کہ موجودہ دور الحاد و لادینیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دور ہے، جس میں الحادی علوم اور لادینی تحریکوں نے نوعِ انسانی کو مختلف قسم کے فتنوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اور ان کی بیخ کنی کے لئے ایسے علمی و تحقیقی اداروں کی سخت ضرورت ہے جو فکری و نظریاتی اعتبار سے اسلام کو ایک بہتر نظام اور برتر مذہب ثابت کر کے اس کی نشاۃ ثانیہ کی راہیں ہموار کر سکیں۔ موجودہ الحاد و لادینیت کے دور میں ایک فکری و ثقافتی معرکہ سر کرنا اپنی اہمیت و افادیت کے لحاظ سے کسی بھی طرح ایک فوجی و عسکری جہاد سے کم نہیں ہو سکتا۔ اگر زکاۃ کی رقم سے اس قسم کے اداروں کی اعانت کی جائے تو کایا پلٹ سکتی ہے۔ اور زیادہ بہتر نتائج نکل سکتے ہیں۔ فکر و نظر کا یہ معرکہ موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد ہے۔

۸۔ نیز اس کے علاوہ آج کل دانعاتی اعتبار سے ہماری ملت میں زکاۃ کی ادائیگی کے سلسلے میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں، ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے بعض اقدامات بھی پیش کئے گئے تھے۔ جو بڑے شہروں میں رائج ہیں اور جن سے علماء کی غیرت و خودداری پر حرف آتا ہے۔ اور علم دین کی تحقیر ہوتی ہے۔

۹۔ زکاۃ کے سلسلے میں ہماری ملت میں بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، اور وہ یہ کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زکاۃ یا تو کسی "فقیر" کو دینی چاہئے یا پھر مدرسے کے طالب علم کو۔ اور طالب علم بھی وہ جو مدرسے میں "مقیم" ہو۔ حالانکہ یہ ایک خودساختہ مسئلہ ہے۔ جو عوام کے ذہنوں میں پوری طرح رچ بس گیا ہے۔ یا بسا دیا گیا ہے۔ اس کا ذکر نہ تو قرآن میں ہے، نہ حدیث میں اور نہ فقہ میں معلوم نہیں، یہ مسئلہ کہاں سے نکالا گیا ہے؟ سورۃ توبہ کی آیت ہنّ کی رو سے اوپر جن آٹھ مدوں کا ذکر کیا گیا ہے، ذرا اُن پر دوبارہ نظر ثانی کر دیکھئے ان میں کتنی وسعت پائی جا رہی ہے! مگر ہماری ملت اپنی ناواقفیت کی بنا پر کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے!! کیا ان آٹھ مصارف میں "کھانے پینے" کا تذکرہ کہیں بھی موجود ہے؟ مگر آج زکاۃ دینے والے لوگ کسی مدرسے کے سفیر سے سب سے پہلا سوال جو کرتے ہیں وہ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ آپ کے مدرسے میں طلبہ کی تعداد کیا ہے۔ اور ان میں "کھانے والے" مقیم طلبہ کتنے ہیں؟ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارے یہاں کھانے والے یا مقیم طلبہ موجود نہیں ہیں، تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر انہیں صاف جواب دے کر ٹال دیا جاتا ہے۔ اہل علم اور دینی خدمت گاروں کو زکاۃ دینے کا تو کوئی تصور ہی ہماری ملت میں موجود نہیں ہے۔

اس طرح اب ہر زکاۃ نکالنے والا اپنی جگہ پر "مفتی" بنا بیٹھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ عوام کو یہ غلط مسائل کیسے معلوم ہوئے اور انہیں کس نے بتایا؟ اگر یہ مسائل غلط ہیں، (اور یقیناً غلط ہیں) تو کیا آج تک کسی عالم نے اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے؟ اگر نہیں کی ہے تو اس میں قصور کس کا ہے؟ ہمارے علماء عوام کو صحیح مسائل کیوں نہیں بتاتے، اور خرابیوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتے؟ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ ہمارے علماء حالات کو جوں کا توں برقرار رکھتے ہوئے عوام سے اصل مسائل چھپاتے ہیں؟

ایک معترض کی فتنہ انگیزی :-

مذکورہ بالا نکات کے جواب میں علماء نے خاموشی اختیار کر لی۔ اگرچہ بعض حلقوں میں دبی زبان سے چہ میگوئیاں ضرور ہوئیں۔ اور بعض لوگوں نے مسئلہ کے وجود کا اعتراف بھی کیا، مگر صرف زبانی تبصرہ کے طور پر، جبکہ بعض لوگوں نے اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا، کیونکہ مضمون میں کچھ ننگے حقائق بیان کئے گئے تھے۔ جو علماء کو جھنجوڑنے والے تھے۔

واضح رہے تقریباً بارہ سال پہلے بھی فرقانیہ اکیڈمی کی جانب سے "زکاۃ کا ایک مصرف فی سبیل اللہ" کے عنوان سے ایک کتابچہ شائع کیا گیا تھا اور اسے خاص کر علمائے کرام کی میں برائے تصویب پیش کیا گیا تھا۔ مگر علماء نے اس پر کسی قسم کا تحریری تبصرہ کرنے سے احتراز کیا تھا۔ البتہ بعض مفتی صاحبان نے زبانی طور پر چند کلمات کہنے پر اکتفا کر کے چپ سادھ اختیار کر لی۔ مگر اب ایک صاحب نے جو بظاہر عالم معلوم ہوتے ہیں۔ (اور وہ ایک بہت بڑے دارالعلوم کے مدرس ہیں) بالآخر ان مسائل پر زبان کیا کھولی کہ علمی دنیا کا ستیاناس کر کے رکھ دیا۔ اگر ان کا جواب ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں شائع نہ ہوتا تو وہ اس قابل ہی نہیں تھا۔ کہ اس کی طرف سنجیدگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ے ساختہ توجہ کی جاتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے موصوف کو اُکسا کر خواہ مخواہ
ئے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی ہے۔ (موصوف کو اس کے بعد معترض کے نام سے
ا جائے گا۔) واقعہ یہ ہے کہ یہ کوئی علمی جواب نہیں بلکہ علم کے نام پر "بے علمی" کا
ہرہ ہے۔ معترض نے سنجیدہ اور تحلیلی انداز میں میری معروضات (یا علمی مسائل) کا جواب
ینے سے گریز کرتے ہوئے چند خواہ مخواہ قسم کے شبہات و اعتراضات پیدا کر کے اشتعا
نگیز انداز بیان اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ایسے مغالطے اور غلط الزامات لگا
ہ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ پورا مضمون (جو آٹھ قسطوں میں شائع
وا ہے) ایک انتقامی جذبہ کے تحت تحریر کیا ہے۔ اصل میں معترض راقم سطور کی صاف
وئی اور کھرے کھرے انداز سے کھل گئے ہیں اور برافروختہ ہو کر بجائے علمی انداز کے
ستعال انگیزی پر اُتر آئے ہیں۔ اور بعض جگہ ان کی تحریر ابتذال اور بدکلامی کی حدود
د چھوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "علمی اداروں کو زکاۃ" چلی جا
ی فکر میں (جیسا کہ راقم سطور نے اپنے مضمون میں ثابت کرنے کی کوشش کی تھی) و
بدحواس ہو گئے ہیں اور اب انہیں مدرسوں کو "بچانے" کی فکر شروع ہو گئی ہے۔ ا
رجہ سے وہ دلیل و استدلال کا راستہ اختیار کر کے "حق بات" کو واضح کرنے کے بجا
ئے سیدھے طریقے سے الزامی قسم کے جوابات دینے یا "منہ بند کرنے والی" تکنک
ختیار کر کے راقم سطور کی تحریک کو دبانا اور حق بات کو چھپانا چاہتے ہیں۔ اور لط
بات یہ ہے کہ بوکھلاہٹ میں وہ جن باتوں کو بطور "دلیل" پیش کرتے ہیں و
رت انگیز طور پر خود انہیں کے خلاف حجت بن جاتی ہے۔ اور اس اعتبار سے یہ پو
ث بڑی دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی کہ بعض بڑے مدارس کے "مولوی صاح
ب بوکھلاہٹ اور بدحواسی میں اتنی پست ذہنیت کا بھی مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ ا
بیدے دعوے، غلط الزامات، مغالطے یا علمی جھانسے، تناقضات اور بے علمی کا ا
ترین مظاہرہ علمی دنیا میں شاید ہی اب تک کسی نے کیا ہو۔ مگر کمال یہ ہے
ہ ہر موقع پر اپنے آپ کو علامہ وقت اور دوسروں کو جاہل محض باور کرانے پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگئے ہیں۔ جب کہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

آیئے اب ذرا معترض کے دعووں یا اُن کی قلابازیوں کا ایک جائزہ لے کر دیکھیں کہ وہ کتنے پانی میں ہیں اور اُن کو ایک بہت بڑے دارالعلوم کے مدرس ہونے کے ناطے "علم" سے کتنی مناسبت ہے: اگر معترض خواہ مخواہ قسم کی اشتعال انگیزی سے کام نہ لیتے تو شاید راقم سطور اس لغو مضمون کی طرف کوئی توجہ بھی نہ کرتا۔ اور پھر الفرقان جیسے رسالے میں اس کو جس جوش و خروش کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی اشتعال انگیزی کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ مگر علمی حلقے خاموش تماشائی بنے ہوتے دکھائی دیتے ہیں، گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس پر فوری توجہ مبذول کی جائے اور بلا وجہ پیدا کردہ شکوک و شبہات کا پردہ چاک کیا جائے، جو دراصل "کتمانِ حق" کی ایک بدترین مثال ہے۔ اب اس بحث کے بعد دنیا کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے؟ لہٰذا آیئے اب معترض کے "دلائل" ان کے دعووں اور اُن کے الزامات کا ایک علمی اور تحلیلی انداز میں جائزہ لے کر دیکھیں کہ کون حق پر ہے۔ اور کون ناحق پر؟ ہدایت یافتہ کون ہے اور گمراہ کون؟

مگر اس موقع پر یہ حقیقت اچھی طرح پیش نظر رہنی چاہیئے کہ علمی دُنیا میں اختلاف رائے ایک فطری چیز ہے جو معیوب نہیں بلکہ محمود ہے۔ مگر وہ علمی حدود کے اندر رہنا چاہیئے۔ مگر جب وہ علمی حدود سے آگے بڑھ جائے اور سنجیدہ بحث کی بجائے آدمی عناد، بہتان تراشی اور ذاتیات پر اُتر آئے تو وہ چیز بجائے محمود ہونے کے مذموم اور قابل ملامت بن جاتی ہے۔ اور اس کا مظاہرہ معترض کنے اپنے مضمون میں جگہ جگہ بھرپور انداز میں کیا ہے۔ اور اس طرح یہ پورا مضمون علمی اعتبار سے ساقط الاعتبار قرار پاتا ہے اور اس پر "ایک تو کریلا اور پھر نیم چڑھا" والی مثال صادق آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معترض شدت جذبات سے مغلوب ہو کر اپنا ذہنی توازن کھو چکے ہیں اور راقم سطور کو ہر طرح سے زک پہنچانے کے درپے ہیں۔ خواہ وہ جس طرح بھی بن پڑے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے مقصد میں بری طرح ناکام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دکھائی دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بجائے دلیل واستدلال کے گرم گرم گفتگو کر کے ایک حق بات کو ناحق ثابت نہیں کر سکتا۔ اور اس قسم کی اوچھی حرکتوں اسے علمی دنیا میں سوائے بدنامی ورسوائی کے اور کوئی چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔ بہرحال یہ پورا مضمون کسی سنجیدہ علمی تنقید کے طور پر نہیں بلکہ محض ایک انتقامی جذبہ کے تحت معاندانہ طور پہ تحریر کیا گیا ہے۔ جو صد درجہ اشتعال انگیز ہے۔

بحث کا اصل اور مرکزی نکتہ :-

اوپر کے مباحث میں سب سے زیادہ اہم بحث یا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ "فی سبیل اللہ" (توبہ ، ۶۰) سے کیا مراد ہے اور اس میں کون لوگ آتے ہیں؟ اور بقیہ تمام مباحث ضمنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت (توبہ: ۶۰) میں آٹھ مصارف یا آٹھ قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا ہے۔ کہ ان کو زکاۃ کی رقم ملنی چاہیئے۔ ان آٹھ مصارف میں سے سات مصارف وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں، جیسا کہ تفصیل اوپر گذر چکی۔ مگر ساتواں مصرف (اللہ کی راہ میں) ذرا مبہم طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اس میں واضح اور دوٹوک انداز میں نہیں بتایا گیا۔ کہ اس کے تحت کون لوگ آتے ہیں؟ مگر قرآن وحدیث مفسرین اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق اس مد (فی سبیل اللہ) میں کئی قسم کے لوگ داخل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً مجاہد، حاجی، اہل علم اور اللہ کی راہ میں کام کرنے والے لوگ۔ اور فقہ حنفی کی تاویل کے مطابق یہ چاروں قسم فی سبیل اللہ میں داخل ہیں، جیسا کہ تفصیل اوپر گذر چکی۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام ایک ابدی اور دائمی مذہب ہے۔ اس لئے وہ اپنے احکام میں کچھ ایسی دائمی دفعات (CLAUSES) بھی رکھتا ہے۔ جو ہر دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکیں اور دینی اقدار کو فروغ پانے کا موقع مل سکے۔ اس اعتبار سے "فی سبیل اللہ" کی دفعہ ایک ابدی اور دائمی دفعہ ہے۔ جس کو حکیم مطلق نے قیامت تک پیش آنے والے احوال وکوائف کے پیش نظر اپنے کلام ابدی میں رکھ چھوڑی ہے۔ اور اس مد سے وہ تمام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جو دین وملت کی خدمت اور ان کی سربلندی

© rasailojaraid.com

میں لگے ہوئے ہوں اور ان کا دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہ ہو۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۷۳ کی رُو سے اس تعریف کی پوری پوری تائید ہوتی ہے اور علماء و مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں آیتیں ملاحظہ ہوں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

زکاۃ محتاجوں، مفلسوں اور اُس کی وصولی کرنے والوں کا حق ہے، اور جن کی دلجوئی کرنی ہے، غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے، قرض داروں کے لئے۔ اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لئے۔ یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے، اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(توبہ : ۶۰)

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔

(زکاۃ کے مستحق) حاجت مند ہیں جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں اور وہ (روزی حاصل کرنے کے لئے) زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مالدار سمجھتا ہے۔ تم ان کو اُن کے بُشرے سے پہچان سکتے ہو کہ وہ حاجت مند ہیں۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔

(بقرہ : ۲۷۳)

ان دونوں آیات پر مفصّل بحث راقم سطور نے اپنے کتابچے میں کی ہے اور بعض نکات پر گزشتہ صفحات میں ایک نئے نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی ہے۔ مگر اس موقع پر دو باتیں خوب نوٹ کرنے کی ہیں، وہ یہ ہیں کہ پہلی آیت (توبہ والی) میں سب سے پہلا حق "فقراء" کا بتایا گیا ہے۔ عربی زبان کی رُو سے فقراء کے صحیح معنی ہیں محتاج یا

© rasailojaraid.com

ضرورت مند " مگر اس کی فقہی تعریف میں اختلاف ہے کہ " ضرورت مند " ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو فقہائے احناف کی تصریحات کی رُو سے ضرورت مند وہ ہے جو " صاحب نصاب "[1] نہ ہو۔ یعنی وہ اتنا مالدار نہ ہو جس پر زکاۃ واجب ہو چکی ہو لہٰذا فقہی تصریحات کی رُو سے ایسے تنگدست لوگوں کو زکاۃ کی رقم دی جا سکتی ہے، اگرچہ وہ تندرست و توانا ہوں، اور کمانے کھانے والے ہوں، بالفاظ دیگر جو لوگ معاشی بدحالی میں مبتلا ہیں یا جن کی ضرورتیں ان کی آمدنی کے لحاظ سے پوری نہیں ہوئیں ایسے تمام لوگ مالِ زکاۃ کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

اور دوسری آیت ہمیں بتا رہا ہے کہ للفقراء یعنی محتاجوں میں سب سے پہلا حق ان لوگوں کا ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے، یعنی دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہوں بالفاظ دیگر قرآن حکیم نے فقرا " ضرورت مندوں " کی دو قسمیں کی ہیں۔ (۱) عام محتاج یا کوئی بھی ضرورت مند خواہ وہ ملت کے کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ خواہ وہ عالم ہو یا غیر عالم، خواہ وہ طالب علم یا غیر طالب علم۔ (۲) خاص قسم کے محتاج جو دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہوں اور جن کا کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ ہو۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جو " فی سبیل اللہ " کے تحت آتے ہیں۔ گویا کہ قرآن حکیم نے ایسے دینی خدمت گاروں کا حق دو طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ان دونوں مقامات میں فی سبیل اللہ کے الفاظ مذکور ہیں، جن سے ایک دوسرے کی تشریح و تفسیر ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اصول ہے " القرآن یُفسّر بعضہٗ بعضاً " یعنی قرآن کا ایک مقام دوسرے

---

[1]: صاحب نصاب ہونے کا مطلب ہے جو شخص دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے کا مالک ہو۔ اور ایسے شخص پر زکاۃ ادا کرنا واجب ہو جاتی ہے۔ دیکھئے فتاوی عالمگیری ۱/۱۷۸، فتاوی قاضی خاں ۱/۲۴۹ برحاشیہ عالمگیری، بدائع الصنائع للامام کاسانی ۲/۱۶ - ۱۸ درمختار ۲/۳۱ برحاشیہ ردالمحتار، البحر الرائق ۲/۲۲۵ ہدایہ مع فتح القدیر ۲/۱۵۸ - ۱۵۹ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقام کی تشریح کرتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ مفسرین نے ان دونوں آیتوں کو زکاۃ ہی سے متعلق قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان دونوں کو ملا کر ان میں باہم تطبیق دینا ضروری ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ سورۂ توبہ کی آیت میں "فی سبیل اللہ" کے تحت خرچ کرنے کا جو حکم دیا جا رہا ہے اس سے مراد سورۂ بقرہ والی آیت کے مطابق وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہوں۔

بہرحال سورۂ بقرہ والی آیت میں جو کچھ صفات بیان کی گئی ہیں۔ وہ صرف "دینی خدمت گاروں" ہی پر صادق آتی ہیں۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔

ان دونوں آیات کا خلاصہ یہ ہوا کہ جو لوگ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہوں (اور خود علماء مفسرین کی تصریحات کے مطابق موجودہ دور میں اس کے مصداق وہ علماء ہیں جو علم دین کی نشر و اشاعت کر رہے ہوں) ان کا حق سب پر مقدم ہے۔ اور وہ اپنا کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ ہونے کی بنا پر اس خدائی امداد کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر "فقر و احتیاج" کی شرط کے ساتھ (عام حالات میں) مال زکاۃ سے مستفید ہونے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ علمی ترقی رک جائے گی۔ اور دین کے آ[illegible]پس پشت چلے جائیں گے۔ جیسا کہ موجودہ دور میں علم دین کی کسمپرسی اور ا[illegible]حال صاف ظاہر ہے۔ لہٰذا د[illegible]علمی اقدار کی صحیح ترویج و اشاعت کے لئے زکاۃ کے مال سے علمی اداروں اور ان میں لگے ہوئے علماء اور ان کے مددگاروں کی امداد نہایت ضروری ہے۔ اور فقہاء کی بعض تصریحات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ اگلے صفحات میں خاص کر متاخر فقہائے احناف علاء الدین حصکفی حنفیؒ ..... (صاحب در مختار) اور علامہ ابن عابدین شامی حنفیؒ (صاحب رد المحتار یعنی فتاویٰ شامیہ وغیرہ) کی تصریحات سے ثابت کیا جائے گا۔

یہ اس پوری بحث کا خلاصہ ہے۔ اور یہ خلاصہ اس لئے پیش کیا گیا ہے تاکہ قارئین بحث کے اصل اور مرکزی نکتے سے واقف رہیں اور اگلے صفحات میں معترض کے اعتراضات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نقل کرکے جو جواب دیا گیا ہے اس کے سمجھنے میں انہیں کوئی دشواری نہ ہو۔ کیونکہ یہ مباحث بہت زیادہ علمی اور دقیق ہیں اس لئے اصل مسئلہ اگر پیش نظر نہ رہے تو پھر خواہ مخواہ الجھن پیدا ہوسکتی ہے۔ چونکہ ہمارے قارئین زیادہ تر متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔۔ اس لئے ان مباحث کو حتی الامکان نہایت درجہ سلجھے ہوئے اور عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ عوام کو بھی علمی مسائل سمجھنے میں رغبت اور دلچسپی پیدا ہوگی جو علمی ترقی کا بھی باعث ہوگی۔

معترض کے دعووں کا خلاصہ:۔

اس تمہید کے بعد اب معترض کے غلط اور بے بنیاد دعووں اور ان کے لغو اعتراضات کا جائزہ لیا جائے گا۔ مگر ان کے ایک ایک اعتراض نقل کرکے اس کا الگ الگ جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ پورے اعتراضات کا ایک خلاصہ پیش کر دیا جائے۔ تاکہ ان کے تمام دعوے بیک نظر اور بیک وقت سامنے آجائیں۔ تاکہ اس سے اُن کے اصل مقاصد بھی واضح ہوجائیں۔ چنانچہ اُن کے دعووں اور ان کے افکار کا خلاصہ اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔

۱:۔ معترض کا سب سے بڑا دعویٰ یہ ہے کہ قرآنی آیت (التوبہ: ۶۰) کے مطابق "فی سبیل اللہ" کا مصرف عام نہیں ہے بلکہ وہ صرف جہاد کے ساتھ مخصوص ہے یا کچھ شاذ اقوال کی بنا پر اس کو حج پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ مگر دوسری طرف وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے حج مراد لینے سے دین میں رخنہ اور شگاف پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا واحد مفہوم جہاد اور وہ بھی عسکری جہاد ہے۔

۲:۔ اس دعوے کی صداقت پر انہوں نے بطور دلیل، کئی چیزیں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو اس طرح ہیں۔

(الف) بقول اُن کے فقہائے اُمت کی اکثریت نے اس سے جہاد مراد لیا ہے۔ اور وہ اس کو اجماعِ اُمت کہتے ہیں۔ (ب) ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد غازی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ج) بعض ائمہ لغت نے تصریح کی ہے کہ "فی سبیل اللہ" کے الفاظ جب بغیر کسی قرینے کے مطلقاً بولے جائیں تو اس سے غالب طور پر جہاد مراد ہوتا ہے۔ (د) قدیم مفسرین نے فی سبیل اللہ کی تشریح و تفسیر جہاد کے لفظ سے کی ہے۔ لہٰذا اس مفہوم سے ہٹنا جائز نہیں ہے۔

۳:۔ دعویٰ نمبر ۲ کو بنیاد بناکر انہوں نے مزید دعویٰ کر دیا ہے کہ فی سبیل اللہ سے جہاد مراد لینا "جمہور فقہاء" (فقہاء کی اکثریت) ہی کا مسلک نہیں بلکہ گویا کہ اُمت کا "اجماعی موقف" ہے۔

۴:۔ پھر دعویٰ نمبر ۳ کو بنیاد بنا کر انہوں نے اس سے بھی بڑا دعویٰ ہی نہیں بلکہ یہاں تک کہنے کی جسارت کر ڈالی ہے۔ کہ امت کے اس "اجماع" (متفقہ موقف) سے ہٹنا اور قرآنی الفاظ کے لغوی مفہوم کا سہارا لے کر قرآن کی تفسیر کرنا دین میں تحریف ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی گمراہی ہے۔

۵:۔ اس دعوے کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی زد ملک العلماء امام علاء الدین کاسانی حنفیؒ (صاحب بدائع الصنائع) اور قاضی ظہیر الدین بخاری حنفیؒ (صاحب فتاویٰ ظہیریہ) پر پڑتی ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے گویا کہ اُمت کے "اجماع" سے ہٹ کر فی سبیل اللہ میں طالب علموں کے بھی داخل ہونے یا اس میں ہر کار خیر کے شامل ہونے کا جو اعلان کیا تھا۔ وہ گمراہ کن تھا۔ مگر معترض نے اس قسم کا صاف صاف اعلان کرنے کی ہمت نہ کرکے صرف دبی زبان سے اس کو ایک "ضعیف" قول قرار دے کر ڈنڈی مارنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ بات سوائے معترض کے آج تک کسی بھی عالم یا محقق نے نہیں کہی۔ بلکہ سب کے سب ان دونوں بزرگوں کے قول ہی پر صاد کرتے آ رہے ہیں۔ اور خاص کر عربی مدرسے والے آج تک انہی بزرگوں کے نام کی "روٹی" کھا رہے ہیں۔ صرف اسی ایک حرکت سے معترض کے اصل مقاصد کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ گویا کہ بلی تھیلے سے باہر آ جاتی ہے۔ چنانچہ:۔

۶:۔ معترض نے ایک طرف تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ سورۂ توبہ (آیت: ۶۰) کی رُو سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زکوٰۃ کے صرف "آٹھ مصارف" (مدیں) ہیں اور "دینی خدمت گزاروں" کو اس میں شامل کرنے سے ایک نئی اور "نویں مد" کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ جو قرآن پر ایک اضافہ ہے۔ مگر دوسری طرف بغیر کسی دلیل کے طالب علموں کو ان مصارف میں شامل کر کے خود ہی ایک "نویں مد" کا اضافہ کر لیا ہے۔

واضح رہے معترض کے نزدیک اہل علم یا دینی خدمت گار نہ تو فی سبیل اللہ میں داخل ہیں اور نہ فقراء کی مد میں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ جب وہ کسی بھی صورت میں ان دونوں مدوں میں داخل نہیں ہیں۔ تو پھر طالب علم ان میں کس اصول اور کس قاعدہ کی رُو سے داخل ہو گئے؟

۷:۔ فتاویٰ ظہیریہ کے مطابق طالب علم فی سبیل اللہ کی تاویل میں داخل ہو کر زکوٰۃ کے مستحق ہوتے ہیں۔ مگر جب یہ فتویٰ یا قول گراں نہیں ہے (کیونکہ معترض کے اصول کے مطابق اس سے فی سبیل اللہ کے اصل مفہوم سے انحراف لازم آتا ہے) تو پھر سوال یہ ہے کہ طالب علم فی سبیل اللہ میں داخل کیسے ہو گئے؟ اور جب وہ داخل نہیں ہیں۔ تو کیا اس سے قرآن پر اضافہ نہیں ہوا؟ اگر وہ صرف یہی ایک مسئلہ حل کر دیتے تو یہ ایک بہت بڑی علمی خدمت ہوتی ۔ اور ساری دنیا ان کی ایمانداری اور اصول پسندی پر عش عش کر اٹھتی۔ مگر یہی وہ سب سے بڑا مسئلہ ہے جسے انہوں نے ڈنڈی مار کر لوگوں کو فریب دینا چاہا ہے۔ اور بدترین قسم کی علمی خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔

۸:۔ معترض نے ایک طرف تو اپنے خود ساختہ "اجماع" سے ہٹنے والوں کو متجدد اور گمراہ قرار دینے کی کوشش کی ہے، جن میں راقم سطور کے بشمول نواب صدیق حسن خانؒ، ڈاکٹر یوسف قرضاوی اور شیخ رشید رضا وغیرہ ہیں۔ مگر دوسری طرف اپنے خاص علماء کو بخش دیا ہے۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا منظور صاحب نعمانی بھی اس زمرے میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جو الفرقان کے سرپرست ہیں۔ تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔ اور یہ علمی دنیا کا سب سے بڑا اندھیر ہے جو ایک اچھا خاصہ عجوبہ معلوم ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹۔ اس کے علاوہ معترض نے بہت سے غلط اور لایعنی دعوے کئے ہیں۔ جن کی تفصیل اپنے اپنے مواقع پر آئے گی اور ان کی کذب بیانیوں کا پردہ چاک کیا جائے گا۔

۱۰۔ واقعہ یہ ہے کہ معترض نے نہ تو قرآن اور حدیث کا صحیح مطالعہ کیا ہے اور نہ وہ اس میدان کے آدمی معلوم ہوتے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے انہیں راقم سطور کے خلاف خواہ مخواہ اُکسا کر پھنسا دیا ہے۔ اور اب وہ اس دلدل میں پوری طرح پھنس چکے ہیں۔ جس سے باہر نکلنے کی کوئی سبیل ہی نہیں رہ گئی ہے۔ بلکہ انہوں نے نہ صرف تعارض و تضاد کا مظاہرہ کیا ہے بلکہ غلط بیانی اور کتمان حق سے بھی کام لے کر حق کو ناحق اور ناحق کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو دنیائے علم کے لئے رسوا کن چیز ہے۔

مضمون نگار کے اصل مقاصد :۔

معترض کے پیش نظر اس مضمون کی تحریر کے دو مقاصد نظر آتے ہیں : ایک تو انتقامی کاروائی اور اپنی انا کی تسکین کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ چنانچہ معترض نے علمی تنقید کرنے اور اصل حقائق منکشف کرنے کے بجائے کتمانِ حق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ذاتی بغض و عناد کا اظہار کیا ہے اور بے جا قسم کی بہتان تراشیوں سے کام لیا ہے، اور دوسرا بنیادی مقصد یہ ہے کہ راقم سطور کے کتابچے کو (جو دراصل ایک سوالنامے کی طرح ہے) مدرسوں کے خلاف بلاوجہ ایک "چیلنج" تصور کر لیا گیا ہے۔ گویا کہ اب اہل مدارس کو علمی اداروں سے ایک طرح کا "خطرہ" محسوس ہونے لگا ہے۔ لہٰذا اب وہ اپنے بچاؤ کے لئے علمی اداروں پر ایک "بھرپور وار" کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ پورا مضمون اسی قسم کی ذہنیت کا آئینہ دار نظر آتا ہے۔ اور اس اعتبار سے یہ کوئی "علمی جنگ" نہیں بلکہ ایک قسم کی "اقتداری جنگ" یا "پیٹ کا مسئلہ" معلوم ہوتا ہے جس کا ایک مستند مدرّس سے ظہور حد درجہ شرمناک ہے۔ ورنہ اگر یہ خالص علمی تنقید ہوتی اور اس کو نیک نیتی کے ساتھ سپرد قلم کیا گیا ہوتا، تو راقم سطور اسے برداشت کر لیتا کیونکہ بندہ علمی و نظریاتی اختلافات کے وجود کا قائل ہے اور اسے رواداری کے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبول کرنے کی قلبی وسعت اپنے اندر رکھتا ہے۔ مگر جب معاملہ علمی خیانت اور بد دیانتی کا آجائے تو وہ ناقابل برداشت ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ علمی دنیا کے سامنے اصل حقائق آجائیں اور وہ خود فیصلہ کریں کہ اس سلسلے میں صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟

معترض کے دلائل پر ایک اجمالی نظر:-

معترض کے شبہات واعتراضات پر تفصیلی بحث کرنے اور ان کی کذب بیانیوں کا پردہ چاک کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اُن کے اصل دلائل پر ایک اجمالی نظر ڈال لی جائے۔ چنانچہ معترض کے پورے مضمون اور اُن کے تمام "دلائل" کا خلاصہ چار چیزیں ہیں، یا یوں کہئے کہ اُن کی تعمیر کردہ عمارت کی بنیاد چار ستونوں پر ہے جو یہ ہیں۔

ا :- معترض کا سب سے بڑا دعویٰ یہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے اُس کے عام معنیٰ مراد لینا شریعت میں مداخلت اور گمراہی ہے، کیونکہ ایک حدیث کی رُو سے اس کے معنی متعین ہوجاتے ہیں۔ کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔ چنانچہ وہ حدیث پیش کرتے ہیں، "کسی مالدار شخص کے لئے زکاۃ لینا صرف پانچ صورتوں میں جائز ہو سکتا ہے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں لڑنے والا ہو......" اصل الفاظ لِغَازٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ [سلہ] چنانچہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فی سبیل اللہ کے معنی متعین کر دئے ہیں۔ کہ وہ "غازی" ہے۔ مگر یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے، کیونکہ یہاں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیل اللہ کی تشریح وتفسیر نہیں فرما رہے ہیں۔ بلکہ صرف یہ بات بیان کر رہے ہیں کہ ایک مالدار شخص کن صورتوں میں زکاۃ کی رقم لے سکتا ہے؟ تو ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے یا لڑنے والا ہو۔ تو منطقی طور پر اس سے یہ مفہوم کیسے پیدا ہو گیا کہ فی سبیل اللہ کے معنی ہی "لڑنے" کے ہیں۔؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ اس پر تفصیلی بحث اور جوابی

سلہ۔ پوری حدیث اور اس کا ترجمہ اگلے صفحات میں مذکور ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الزام" دونوں اپنے موقع پر آئیں گے۔

۲:۔ معترض نے علامہ ابن اثیر" (صاحب النہایۃ فی غریب الحدیث) کے اس قول کو بڑے جوش و خروش کے ساتھ نقل کیا ہے کہ فی سبیل اللہ کے الفاظ جب بغیر کسی قرینے کے مطلقاً بولے جائیں تو اس سے غالب طور پر جہاد مراد ہوتا ہے۔ مگر معترض نے علامہ موصوف کی کتاب کھول کر یہ دیکھنے کی زحمت بالکل ہی گوارا نہیں کی کہ ان کے نزدیک خود لفظ جہاد کا مفہوم کیا ہے؟ اگر وہ یہ بحث دیکھتے تو اُن کے ہوش اڑ جاتے اور ان کے دعوؤں کی پوری عمارت ہی مسمار ہوجاتی۔ چنانچہ موصوف کے نزدیک جہاد کا "فعلی" (یعنی جسمانی) ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ "قولی" (بطور وعظ ونصیحت یا دلیل و استدلال) بھی ہوسکتا ہے۔ اور انہوں نے اپنی تشریح میں جہاد قولی کو جہاد فعلی پر مقدم رکھا ہے۔ اس کی تفصیل اپنی جگہ پر آئے گی۔

۳:۔ معترض نے دعویٰ کردیا ہے کہ فقہائے امت کی اکثریت نے فی سبیل اللہ سے جہاد مراد لیا ہے۔ جس کو بعض جگہ وہ "جمہور کا مسلک" کہتے ہیں اور بعض مقامات پر "اجماع امت" سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یا تو اجماع کی تعریف سے قطعاً ناواقف ہیں یا پھر محض لوگوں کو دھوکا دینے کی غرض سے اجماع کا لفظ تراش لیا ہے۔ چنانچہ اجماع کی تعریف یہ ہے، "کسی دور میں اُمت کے تمام صالح مجتہدین (یا اہل حل وعقد) کا شریعت کے کسی قولی وفعلی مسئلے میں اتفاق ہوجائے"۔

اتفاق مجتہدین صالحین من أمۃ محمد (علیہ السلام) فی عصر واحد علی امر قولی أو فعلی۔ [۴]

الاجماع عبارۃ عن اتفاق جملۃ أھل الحل والعقد من أمۃ محمد (علیہ السلام) فی عصر من الأعصار علی حکم واقعۃ من الوقائع۔ [۵]

۴:۔ نور الانوار از ملا جیون امیٹھوی، ص ۲۱۹، مطبوعہ مجیدی کانپور۔

۵:۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابوالحسن آمدی ۱/۱۹۶، ۱۳۸۷ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس اعتبار سے ظاہر ہے کہ اس مسئلے میں کسی بھی دور کے علماء و فقہاء کا اس سے مراد صرف جہاد یا صرف حج ہونے پر اتفاق کبھی نہیں رہا ہے، بلکہ یہ مسئلہ سراسر اختلافی رہا ہے لہٰذا اجماع کا دعویٰ بالکل باطل اور مردود ہے۔

اس سلسلے میں دوسری بات یہ کہ کسی بھی مسئلے میں سب سے پہلے دلیل کی قوت دیکھی جاتی ہے نہ کہ جمہور کا مسلک۔ اگر وہ فی الواقع جمہور کا مسلک ہو جمہور کا مسلک صرف اسی وقت قابل استدلال ہو سکتا ہے۔ جب کہ قرآن اور حدیث سے اس کی تائید ہو رہی ہو۔ ورنہ قرآن اور حدیث کے خلاف کوئی بھی مسلک [illegible] اعتبار نہیں رہ جاتا۔ اس کی ایک مثال خود مصارف زکاۃ ہی کے سلسلے میں [illegible] نچہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ "مؤلفۃ القلوب" (وہ لوگ جن کی دلجوئی [illegible] وب ہے۔ توبہ: ۶۰) کی مد منسوخ ہو گئی ہے۔ جبکہ دوسری طرف یہ بھی دعویٰ [illegible] کہ زکاۃ کو اللہ نے آٹھ مصارف کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ حالانکہ اللہ کے مقرر کردہ قرآنی نص کو کوئی عالم و مجتہد تو کیا خود رسول بھی منسوخ نہیں کر سکتا۔ تو کیا ایسی صورت میں ہم جمہور کے مسلک کو برحق مان لیں گے؟ دیکھئے دونوں جگہ نوعیت ایک ہی قسم کی ہے۔ لہٰذا اگر دلیل و استدلال کوئی چیز ہے تو پھر اہمیت اسی کو دی جانی چاہئے۔۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دلیل و استدلال کی کمزوری کے باوجود کسی مسئلے میں فقہاء کے مسلک کو مقدم کر دیا جائے۔ بلکہ خود فقہائے کرام کا قول ہے کہ جب کوئی بات قرآن اور حدیث سے ثابت ہو جائے تو پھر اُن کے قول کو دیوار پر دے مارا جائے۔

یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن و حدیث کی تصریحات کے خلاف کوئی اجماع کبھی اور کسی حال میں نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس مسئلے میں اجماع کا نام لے کر خواہ مخواہ۔۔۔ مرعوب کرنا ایک اوچھا طریقہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے نہ کہ اجماعی مسئلہ، اور اگر بالفرض اس سے جہاد ہی مراد لیا جاتے تب بھی جہاد کے واحد معنی "جہاد جسمانی" کے نہیں ہیں، بلکہ اس میں "جہاد قولی" بھی شامل ہے۔ اور ہو سکتا ہے، جیسا کہ قرآن اور حدیث اس پر دلالت کرتے ہیں اور خود ائمہ لغت اور ائمہ حدیث نے اس کی تصریح کی ہے۔ اسس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موضوع پر تفصیلی بحث اپنے موقع پر آئے گی۔

۴:۔ قدیم مفسرین نے فی سبیل اللہ کی تشریح و تفسیر جہاد کے لفظ سے کی ہے لہٰذا اس مفہوم سے ہٹنا جائز نہیں ہے۔ اگر دلیل اسی کو کہتے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعد والے جتنے بھی مفسرین اور فقہاء نے فی سبیل اللہ کے دوسرے معنی کئے وہ سب گمراہ اور دین میں تحریف کرنے والے تھے۔ مثلاً امام علاء الدین کاسانی (صاحب بدائع الصنائع) قاضی ظہیر الدین بخاری حنفی (صاحب فتاویٰ ظہیریہ) علامہ ابن نجیم حنفی (صاحب البحر الرائق) علامہ ابن عابدین حنفی (صاحب ردالمحتار) علامہ علاء الدین حصکفی حنفی (صاحب درمختار) علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی حنفی (صاحب تفسیر روح المعانی) مفتی محمد شفیع (صاحب تفسیر معارف القرآن) مولانا اشرف علی تھانوی (صاحب تفسیر بیان القرآن) علامہ سید سلیمان ندوی (صاحب سیرۃ النبیؐ) اور خود مولانا منظور صاحب نعمانی (صاحب معارف الحدیث) وغیرہ وغیرہ۔ (ان علمائے محققین کی بعض عبارتیں اگلے صفحات میں پیش کی جا رہی ہیں۔

اب ان فقہاء و مفسرین کے مقابلے میں معترض ہی وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے قرآن، حدیث اور دین کے اصولوں کو صحیح طور سے سمجھا ہے واقعہ یہ ہے کہ یہ پورا مضمون کسی دماغی فتور کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے جس میں نہ کوئی دلیل ہے اور نہ صحیح استدلال۔

معترض کے یہی وہ چار "مضبوط ترین" دلائل ہیں جن کے بل بوتے پر وہ دن کو رات اور رات کو دن باور کرانا چاہتے ہیں۔ مگر ان کے یہ دلائل تار عنکبوت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، جن کے ابطال کے بعد ان کی فلک شگاف عمارت ریت کے تودے کی طرح زمین بوس ہو جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پورا مضمون علمی اعتبار سے ساقط الاعتبار ہے جو دنیا کا آٹھواں عجوبہ معلوم ہوتا ہے۔ علمی اداروں سے ضد اور عناد کی وجہ سے وہ خدا کی شریعت کے خلاف لوگوں کو بغاوت کی دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔ اور یہ ایک عبرت انگیز حقیقت ہے۔ بقول اقبال ؎

قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

(جاری)

© rasailojaraid.com